یوتھینیزیا کے شرعی احکام

Euthanasia in the Islamic Perspective

Hafiz Muhammad Younas Meo
Assistant Professor of Islamic Studies, Govt.Shah Hussain Assosiate College, Lahore:.hmyounasmeo86@gmail.com

Abstract

"Euthanasia" (in medical terminology) means terminating a very sick patient's life prematurely in order to relieve him from extremely painful suffering. In this Paper I have tried to throw light on Euthanasia and its related matters like forms, glossaries and views of different Islamic scholars on the subject. Euthanasia is divided into two parts; one is active and other is passive. In plain words Active Euthanasia means immediate killing of a patient by using poison etc whereas Passive Euthanasia denotes killing of a patient through non-provision of necessary medical treatment. There is Ijma that Active Euthanasia is absolutely un-Islamic however on Passive Euthanasia, opinions are different amongst Muslim scholars. A study of both schools of thoughts reveals that aim of two groups of Western thinkers are one and the same that such incurable patients must be killed although their way of finishing them are different. One group favors' instant death whereas the other is slow moving. When I judge the above said Western thoughts in the light of Islamic Principles it transpires that Islam is a very optimistic religion and it stresses proper treatment even for incurable patients and does recommends death by either way. Declaring a patient "incurable" is a controversy even in medical Science; hence killing of a patient on ground of incurable would be a heinous offense.

Keywords: Islam;Euthanasia;Ethics;Medicine,Qur'an;Sunnah,Law

میڈیکل سائنس میڈیسن کے شعبے میں بہت زیادہ ترقی کر چکی ہے لیکن اس کے باوجود بھی بہت سے امراض کا تاحال علاج دریافت نہ ہو سکا اور ایسے مریضوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہوتا جارہا ہے جو نہ صرف محکمہ صحت بلکہ خاندان پر بھی بوجھ شمار کئے جا رہے ہیں۔ مغربی ممالک میں ایسے مریضوں کو ان کی خواہش کے مطابق ختم کرنے کے حق میں نہ صرف سوسائیٹیاں قائم ہیں بلکہ بہت سے ممالک میں اس کو قانونی حیثیت بھی حاصل ہے۔ سوال یہ کہ ایسے مریضوں کو مہلک بیماریوں کی اذیت سے نجات دلانے کے لیے "یوتھینیزیا" کے تصور کے تحت ختم کر دیا جائے یا پھر ان کو اسی اذیت میں چھوڑ دیا جائے۔ ذیل میں یوتھینیزیا کا تعارف اور اس کی مختلف صورتوں کا اسلامی نقطہ نظر سے جائزہ لیا گیا ہے۔

یوتھینیزیا کا معنیٰ و مفہوم

یوتھینزیا کی اصطلاح طب میں سب سے پہلے فرانسس بیکن نے 17 صدی میں استعمال کی جس کا مطلب جسمانی اذیت کو آسان موت میں بدلنا تھا۔ لفظی طور پر اس کا معنیٰ آسان موت، خوشی کی موت اور رحم دلانہ موت کے ہیں۔[1] آکسفورڈ ڈکشنری میں یوتھینیزیا کا معنیٰ ہے کہ کسی ایسے مریض کو رحم دلانہ موت دینا جو کسی لا علاج مرض میں مبتلا ہو یا پھر کسی ایسے "کوما" میں جس سے اس کی واپسی کے امکانات معدوم ہوں۔

"The painless killing of a patient suffering from an incurable and painful disease or in an irreversible coma"[2]

مولانا مجاہد الاسلام القاسمیؒ صاحب یوتھینیزیا کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یوتھینیزیا کا مطلب یہ ہے کہ مریض جو شدید تکلیف میں مبتلا ہو اور اس کے زندہ رہنے کی کوئی توقع نہ ہو یا وہ بچے جو غیر معمولی حد تک معذور ہوں اور ان کی زندگی محض ایک طرح کا بوجھ ہو ایسے مریضوں اور بچوں کی زندگی کو ختم کر دینا تاکہ وہ تکلیف سے نجات پائیں اور آسانی سے ان پر موت طاری ہو اس کے اندر ڈاکٹر دونوں طرح کا عمل کرتے ہیں بعض دفعہ زہریلی دواؤں کا استعمال کیا جاتا ہے اور کبھی علاج ترک کر دیا جاتا ہے۔[3] اس عمل کو میڈیکل کی اصطلاح میں (Euthanasia) کہا جاتا ہے، جو ایک یونانی لفظ سے ماخذ ہے۔ اردو میں اس کے معنیٰ قتل بہ جذبہ رحم، قتل بہ جذبہ شفقت، اور رحم دلانہ قتل کے ہیں۔ انگریزی زبان میں اسی مفہوم کو ادا کرنے کے لیے (Mercy killing) اور (Good Death) کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔``

"Euthanasia is the practice of ending a person's life in order tofree the person from incurable pain of disease or terminal illness.The word Euthanasia derives from the Greek for "good death" andOriginallyreferred to intentional

---

[1] "Francis Bacon: the major works By Francis Bacon, Brian Vickers pOxford University Press,P:630

[2] "Euthanasia". Oxford Dictionaries. Oxford University Press. April 2010.

[3]۔ نظام الدین، مفتی، منتخبات نظام الفتاویٰ، مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار لاہور، س-ن، 1/ 390

Niẓām al dīn,Mufti,Muntkhabāt Niẓām al fatawa,Maktbah Rehmaniah, urdu Baza,Lahorer,Vol,1‹P:390.

mercy killing.In modern timesEuthanasia is limited to killing of patients at the request of thepatients by the doctors to free the patient from terminal illness."[4]

یوتھینیزیاکی درجہ بندی

عام طور پریوتھینیزیاکی درجہ بندی درج ذیل تین طریقوں سے کی جاتی ہے:

1۔رضاکارانہ(Voluntary Euthanasia)

2۔غیر رضاکارانہ(InvoluntaryEuthanasia)

3۔مرضی کے مخالف(non-VoluntaryEuthanasia)

رضاکارانہ(Voluntary Euthanasia): ایسی موت جس میں مریض کی رضامندی شامل ہو،اس کو اصطلاح میں "رضاکارانہ موت"(Voluntary Euthanasia) کہاجاتاہے۔

غیر رضاکارانہ(InvoluntaryEuthanasia): ایسی موت جس پر مریض کی رضامندی نہ ہو لیکن ڈاکٹریالواحقین اس کو مرض کی شدت سے نجات دلانے کے لیے قائل کریں یاکسی طرح اسے موت کے لیے مجبور کیا جائے تواس کو اصطلاح میں "غیر رضاکارانہ"(InvoluntaryEuthanasia) موت کہاجاتاہے۔

مرضی کے مخالف(non-VoluntaryEuthanasia): ایسی موت جس میں مریض کی رضامندی شامل نہ ہو یاوہ خود فیصلہ کرنے کے قابل نہ ہو،اس کو اصطلاح میں "مرضی کے مخالف موت"(non-Voluntary Euthanasia) کہاجاتاہے۔ مثلاً بچے، مجنوں، یاوہ مریض جو"کوما" کی حالت میں ہوں۔ یہ صورت پوری دنیا میں غیر قانونی ہے مگر نیدرلینڈ میں مخصوص قوانین کے تحت اس کی اجازت ہے۔[5]

[4]Taber's Cyclopedic Medical Medical dictionary, Edited By: Donal Venes M.D. Vol: 1, P: 817, Jaypee Brothers Medical Publishers (P) LTD, Daryaganj, New Delhi.21 Edition, 2009.

[5]-Rachels J (January 1975). "Active and passive euthanasia". N. Engl. J. Med. 292 (2)P: 78–80.

یو تھینیزیا کی اقسام

یو تھینیزیا کی دو اقسام ہیں:(1) (Active Euthanasia) (2)(Passive Euthanasia)

Active یو تھینیزیا کی تعریف:

اس کی صورت یہ ہے کہ ڈاکٹروں کو مریض کو موت تک پہنچانے کے لیے کوئی مثبت عمل کرنا پڑے مثلا: کینسر کا مریض جو شدید تکلیف میں مبتلا ہو، یا وہ مریض جو طویل بے ہوشی کا شکار ہو اور اس کے بارے میں ڈاکٹروں کا خیال ہو کہ اس کی زندگی کی اب کوئی توقع نہیں ہے، ایسے مریض کو درد کم کرنیوالی تیز دوا زیادہ مقدار میں دے دی جاتی ہے، جس سے مریض کی سانس رک جاتی ہے اسی طرح کبھی ایسا مریض جس کے سر میں شدید چوٹ لگی ہو یا مینجائٹس جیسی بیماریوں کی وجہ سے بے ہوش ہو، اور اس کی صحت یابی کا بظاہر کوئی امکان ڈاکٹروں کے نزدیک نہ ہو، یا محض مصنوعی تدابیر سے اس کی سانس چلائی جارہی ہو، کہ اگر یہ آلہ ہٹالیا جائے تو مریض کی سانس کا آنا بند ہو جائے گا، ایسی حالت میں ان مصنوعی آلات کو ہٹا لینا تاکہ مریض مکمل طور پر مر جائے، ایکٹو (Active) یو تھینیزیا کہلاتا ہے۔[6]

Passive یو تھینیزیا کی تعریف:

اس کا مطلب ہے کہ مریض کی جان لینے کے لیے کوئی عملی تدبیر نہیں کی جاتی، بلکہ اسے زندہ رکھنے کے لیے جو ضروری علاج کیا جانا چاہئے وہ نہیں کیا جاتا اور اس طرح وہ مریض مر جاتا ہے، مثلا: کینسر یا بے ہوشی یا دماغی چوٹ یا مینجائٹس کا مریض نمونیہ یا کسی ایسے مرض میں مبتلا ہو جائے جو قابل علاج ہے، لیکن ڈاکٹر اس نئے مرض کا علاج نہ کرے تاکہ اس کی موت جلد واقع ہو جائے، اسی طرح ایسے بچے جو شدید طور پر معذور ہوں، مثلا: ان کی ریڑھ کی ہڈی میں ایسی خرابی ہو جس کی وجہ سے ٹانگیں مفلوج ہوں، یا پیشاب، پاخانہ پر قابو باقی نہ رہا ہو، یا بچہ کا دماغ پیدائش کے وقت مجروح ہو چکا ہو، ایسی حالت میں زندگی بھر یہ مریض بارِ گراں بن کر زندہ رہے گا۔ اب اگر ایسے بچوں کو

---

[6] Harris, NM. (Oct 2001). "The euthanasia debate". J R Army Med Corps 147 (3): 367–70

نمونیہ یاکوئی دوسرا قابل علاج مرض پیدا ہو جائے تو ان کا علاج نہ کر کے انہیں تکلیف دہ زندگی سے جلد نجات دلانے کی صورت اختیار کرناPassiveیوتھینیزیا کہلاتا ہے۔[7]

یوتھینیزیاکی مختصر تاریخ

400 قبل مسیح میں بابائے ادویہ "بقراط" نے ایک حلفیہ بیان میں کہا تھا کہ: میں کسی کو خودکشی کرنے کے لئے مہلک دوا تجویز نہیں کروں گا اور نہ کسی کو ایسا کرنے کا مشورہ دوں گا۔ بقراط کا یہ مشورہ اعلیٰ اخلاقی تعلیم کا مظہر اور اطبا کے لئے رہنما اصول ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ یوتھینیزیا کے سرے سے مخالف تھا۔[8]

لیکن قدیم یونان اور روم میں ایسے معذور و مفلوج انسان جنہیں بیماری کی تکلیف کی وجہ سے زندگی کی کوئی خواہش نہ ہو ان کو قتل بہ جذبہ رحم کے تحت ختم کرنے کو اس تہذیب میں مجرمانہ عمل نہی سمجھا جاتا تھا۔ تاہم یورپ کے بادشاہوں اور پوپ میں کئی صدیوں تک اس پر بحث جاری رہی جس میں اسے خودکشی کے مترادف مانا جاتا رہا اس وجہ سے زیادہ تر دلائل یوتھینیزیا کی مخالفت میں دیئے جاتے رہے۔[9] لیکن اس کے خلاف پہلا قانون 1828ء میں امریکہ کے شہر نیویارک میں منظور کیا گیا۔ اٹھاوریں صدی میں"John Warren"نے مورفین کو موت کے درد سے نجات کے لیے تجویز کیا۔ اسی طرح"Joseph Bullar"نے1866ء میں کلوروفارم کو انہیں مقاصد کے لیے استعمال کیا۔ 1870ء میں ہی ایک سکول ٹیچر"Samuel Williams "نے(Morphine) اور (Analgesci)شدید درد کو ختم کرنے والی ایک دوا جیسے لاعلاج مریضوں کو ان کی مرضی سے جلد موت کے لیے استعمال کرنے کا مشورہ دیا جس سے یوتھینیزیا پر موجودہ بحث کا آغاز ہوا۔[10]

---

[7]-Harris, NM. (Oct 2001). "The euthanasia debate". J R Army Med Corps 147 (3): 367–70.، Niẓām al dīn,Mufti,Muntkhabāt Niẓām al fatawa 1/390

[8]-Harris, Ramsay, J H R (28 May 2011). "A King, a doctor, and a convenient death British Medical Journal 308 (1445)

[9]-Otani, Izumi (2010). ""Good Manner of Dying" as a Normative Concept: "Autocide", "Granny Dumping" and Discussions on Euthanasia/Death with Dignity in Japan".International Journal of Japanese Society 19 (1): 49–63

[10]-Samuel Williams (1872) , Euthanasia Williams and Northgate: London.

1885ء سے 1905ء تک کے عرصہ کو امریکہ میں یوتھینیزیا کی ابتدائی قانون سازی کا دور کہا جاتا ہے جس میں فیلکس ایڈلر کو پہلا امریکی مانا جاتا ہے جس نے یوتھینیزیا کے حق میں دلائل دیئے۔ اسی طرح "ہنری ہنٹ" نے اس کے لیے قانون سازی متعارف کروائی۔ اس نے ایسا "Anna Hall" سے متاثر ہو کر کیا جس نے اپنے ماں کی جگر کے کینسر کی وجہ سے تکلیف دہ موت دیکھی تھی اس وجہ سے وہ بھی یوتھینیزیا کی وکالت کرنے لگی۔ ہنری ہنٹ نے کانگریس میں یوتھینیزیا کے حق میں ایک بل بھی پیش کیا جو مقبولیت نہ پا سکا۔[11]

1920ء میں پروفیسر Alfred Hoche ماہر نفسیات اور پروفیسر Karl Bindig ماہر قانون کی مشترکہ کوشش سے ایک کتاب Permitting the Destruction of Life not Worthly of Life شائع ہوئی اس میں اس بات کی وضاخت کی گئی کہ جو مریض اپنی فطری موت سے پہلے مرنا چاہے تو اسے ڈاکٹروں سے مشورہ کے بعد محتاط طریقے سے مار دینے میں کوئی حرج نہیں جس سے یوتھینیزیا کے نظریہ کو بڑی تقویت ملی۔ 1940ء میں جرمن ڈاکٹروں کے ذریعے پہلی مرتبہ ایک خاص پروگرام "Aktion T4" کے تحت ملک کو معذور، اپاہج اور نفسیاتی امراض کے شکار لوگوں سے پاک صاف کرنے کا کام ہوا، اس پروگرام کے تحت 1945ء میں غیر رضاکارانہ طور پر تین لاکھ جرمنوں کو مار دیا گیا۔

بیسوی صدی میں عوامی سطح پر یوتھینیزیا کے حق میں کئی تنظیمیں وجود میں آئیں۔ جن میں سب سے پہلے 1935ء میں لندن کے ڈاکٹروں نے اس کا قانونی جواز حاصل کرنے کے لئے ایک تنظیم قائم کی جس کو Voluntry Euthansia Legislation Society کا نام دیا گیا۔ 1938ء میں ایک اور تنظیم National Societyfor the Legalization of Euthanasia قائم ہوئی۔ 1980ء میں رضاکارانہ یوتھینیزیا کی حمایت میں ایک بین الاقوامی تنظیم World Fedration of Right to Die Society بنائی گئی۔ اور اسی سال Derek Humphry نے Hemlock Society امریکہ کے شہر لاس اینجلس میں قائم کی ساٹھ ہزار افراد

[11]-Emanuel, Ezekiel (1994). "The history of euthanasia debates in the United States and Britain". Annals of Internal Medicine 121 (10): 796

نے ممبر شپ حاصل کر کے اس کو تقویت دی۔ 1999ء میں یو تھینیزیا ایک عام موضوع بحث بن گیا جس سے اس کے مثبت اور منفی پہلوں پر غور وفکر کیا گیا اور ایک اندازے کے مطابق آج مغربی ممالک میں 60سے 80 فیصد لوگ اس کے حق میں ہیں۔[12]

بیسویں صدی کے آخر میں یو تھینیزیا کے بنیاد دراصل وہ واقعات تھے جو "ہمفری" اور اس کی بیوی کے درمیان ہوئے، ہمفری کی بیوی بریسٹ کینسر میں مبتلا تھی جسے ڈاکٹروں نے لاعلاج قرار دے دیا تھا۔ مرض کے آخری مرحلے میں جب تکلیف ناقابل برداشت ہوگئی تو اپنی مرضی سے ایک معاہدہ کے تحت 29 مارچ 1975ء میں اس نے زہریلی شراب پلا کر بیوی کو ختم کر دیا اس حادثہ کا ہمفری کے ذہن پر خاص اثر ہوا جس سے وہ یو تھینیزیا کی وکالت کرنے لگا۔ اس کے بعد اس نے دوسری شادی کی جس کے ساتھ کیلیفورنیا(امریکہ) میں سکونت اختیار کی جہاں یو تھینیزیا کی ترویج وترقی کے لئے خوب کام کیا اور اس موضوع پر درج ذیل کتابیں تحریر کیں:

Jen's Way: A Love Story.
Let me Die Befor I wake.
The Right to Die: Understanding Euthanasia.
The Good Euthanasia Guide.
Freedom to Die: People, Politics & The Right-To-Die Movment.
Good Life, Good Death.
Final Exit.
Lawful Exit.[13]

امریکہ میں یہ کتابیں بہت مقبول ہوئی جن کی آمدنی سے میاں بیوی نے 1980ء میں "Hemlock Society" قائم کی۔ جس میں لاعلاج، ضعیف العمر مردوں اور عورتوں کو یو تھینیزیا کی ترغیب اور اس پر عمل کے طریقوں سے آگاہی دی جاتی تھی۔ پس ان واقعات اور لٹریچر کی وجہ سے اس کو کچھ ممالک میں پھیلنے کا موقع ملا اور پھر اس طرح کچھ ممالک میں قانونی طور پر اس کی اجازت دیدی گئی۔[14]

---

[12]-http://www.bulzzle.com/articles/history-of-euthanasi.html
[13]-http//www.Derek Humphry-Wikipedia the free encyclopedia-
[14]-Good Life, Good Death: Memoir of an Investigative Reporter and Pro-choice Advocate, Chapter 12, p:244

یوتھینیزیااور قانون سازی

موت کے حق کے سلسلے میں آسٹریلیانے جولائی 1996ء میں دنیا کی پہلی مملکت کی حیثیت سے رضاکارانہ مہربان موت یا قتل کو قانونی طور پر جائز قرار دیاہے۔ذہنی طور پر بیدار فرد جو مرض الموت میں مبتلا ہو کسی ڈاکٹر سے زندگی ختم کرنے کے لیے امداد طلب کر سکتا ہے عملی طور پر اس قانون کے خلاف مارچ 1997ء میں اپیل کی گئی چارافرادنے اس قانون کے تحت اپنی زندگیوں کا خاتمہ کیا۔پروسٹیٹ کینسر میں مبتلا66 سالہ باب پہلا آدمی تھا جس نے قانونی طور پر آسٹریلیامیں زندگی کا خاتمہ کیا۔

سوئٹزرلینڈ میں خودکشی کو1942ء میں پاس کیے گئے ایک قانون کے تحت قانونی حیثیت حاصل ہے۔ جس کے لیے زندگی سے مایوس مریضوں کے لیے ایک سرکاری ڈاکٹر تعینات کیاجاتاہے جو اس حوالے سے مریض کی خواہش پر اس کی بیماری یاذہنی تکلیف کا تجزیہ کرتاہے اور اس کے بعد ڈاکٹر اپنی رپورٹ سرکار کو پیش کرتاہے۔جس کے بعد اس کی موت کی خواہش پر ہاں یاناں کا فیصلہ کیاجاتاہے۔اگر اس کی موت کا سرکار احترام کرتی ہے تو اسے "Dignttas" کے حوالے کیاجاتاہے جہاں اس تنظیم کے رضاکار اس کی موت کے طریقے پر عمل درآمد کروانے میں اس کی مدد کرتے ہیں۔

نومبر 2000ء کے آخری عشرے میں ہالینڈ کی پارلیمنٹ کے ایوان زیریں نے اس امر کی تائید میں ووٹ دیا کہ مرنے کے اس راستے کو قانونی طور پر تسلیم کیاجائے۔ڈچ پارلیمنٹ میں اکثریت کی طرف سے تائیدی ووٹ اطمینان کا باعث بنا۔ جبکہ بعض ممالک میں اس کی مخالفت بھی کی گئی۔[15] رضاکارانہ یوتھینیزیا کو نیدر لینڈ، بلجیم، لکزمبرگ میں قانونی جواز حاصل ہے اور اس طرح سوئزرلینڈ، امریکہ کے واشنگٹن، اوریگون اور مونتانا میں کوئی جرم نہیں ہے۔اس قانون کا اثر یہ ہوا کہ ایک جائزہ کے مطابق "ہالینڈ" کے اندر صرف ایک سال میں دس

---

[15] ۔عطاءالرحمان،ڈاکٹر، مرنے کا قانونی حق، مشمولہ ترجمان القرآن، مدیر خورشید احمد، لاہور، مئی 2001ء، ص23.
Aṭā al-Rahmān, Dr, Marnay ka qanooni haq, Tarjumān al Qur'ān, Editor Khurshīd Ahmad, Lahore, May 2001, P:23

ہزار لوگوں کو موت کے گھات اتار دیا گیا۔[16]

انڈین سپریم کورٹ کا فیصلہ مارچ 2011ء کے مطابق Passve Euthansia کو قانونی جواز حاصل ہے۔اس طور پر کہ لاعلاج مریض سے جینے کے وسائل یعنی داووعلاج بہ شکل مجبوری سلب کے جاسکتے ہیں۔ لیکن Active Euthasia کی تمام شکلیں یہاں ممنوع ہیں۔ڈاکٹر یاعام آدمی کے لئے موت میں تعاون کرنا یااس کے لئے مشورہ دینا یہاں بھی جرم ہے۔[17]

قائلین کے دلائل: (Active یوتھینیزیا)

لاعلاج مریضوں کی تعداد میں اضافہ

ایسے لاعلاج مریض جو ہسپتالوں میں بستروں پر پڑے ہوئے ہیں اپنی جگہ سے بالکل حرکت نہیں کرسکتے نالیوں کے ذریعے انہیں غذادی جارہی ہے اور وہ اسی سے زندہ ہیں۔ یہ محکمہ صحت پر بوجھ ہیں انہیں آسانی کی موت دے دی جائے تاکہ قابل علاج مریضوں کا علاج آسان ہو۔

بڑھاپے سے نجات:

ایک دلیل یہ بھی ہے کہ بڑھاپے کی بیماریوں نے پیچیدہ صورت حال پیدا کردی ہے۔دواؤں کی مدد سے مریض حیات بڑھاسکتاہے اور مزید دس پندرہ سال تک زندہ رہ سکتاہے۔لیکن اس کی ذہنی اور دماغی حالت صرف دوبرس کے بچے کی ہوگی۔امریکہ میں ڈھائی ملین(25لاکھ)افراد اس صورت حال سے دوچار ہیں اندازہ ہے کہ آئندہ ایسے لوگوں کی تعداد میں دس ملین تک اضافہ ہوجائے گا۔ہمفری ایسے لوگوں کو یوتھینیزیا کا مشورہ دیتاہے۔

خودکشی ہر شخص کا قانونی حق ہے

---

[16]۔بدرالحسن قاسمی،مولانا،عصر حاضر کے فقہی مسائل،ایفاپبلیکیشنز،نئی دہلی،2010،ص72

Badaral-Hasanqasmi, Molāna, AṢr-e-Hadhir Ky fiqhi masāil, A,īfa Publication, New Deh,li, 2010,P:72

[17].http://www.euthanasiainindia-wikipediathefreeencyclopedia.)

http://www.India's Supreme Court lays out euthanasiaguidelines". LA Times. 8 March 2011. Retrieved 8 March 2011

تیسری دلیل یہ دی جاتی ہے کہ کہ ہر انسان ایک بااقتدار شخصیت کا مالک ہے تنہا اسی کو یہ فیصلہ کرنے کا حق حاصل ہے کہ اسے زندہ رہنا ہے یا نہیں اس کے بارے میں سوسائٹی کو فیصلہ کرنے کا حق نہیں ہے۔[18]

مانعین کے دلائل

اسلام میں انسانی زندگی کی قدر و قیمت اور مقام مرتبہ کی وجہ سے مریض کو اپنی زندگی ختم کرنے کا حق حاصل نہیں اور ناہی کسی مریض کو بغیر علاج کے چھوڑنے کی شریعت میں اجازت ہے تاکہ وہ جلدی مر جائے، ایسی طرح نہ کوئی رشتہ دار مریض کی زندگی کے خاتمہ کی درخواست دے سکتا ہے اور ناہی کوئی ڈاکٹر اس سلسلے میں اس کی کسی قسم کی مدد کر سکتا ہے۔مانعین کے دلائل درج ذیل ہیں۔

اسلام میں زندگی کی اہمیت:

انسان کو جو بھی تکالیف آتی ہیں وہ حکمت سے خالی نہیں ہوتی اسی طرح مرض کے آنے میں بھی اللہ تعالی کی طرف سے کوئی نہ کوئی حکمت کا پہلو ہوتا ہے اس لیے انسان کو مایوس نہیں ہونا چاہئے، اللہ تعالی کے ہاں انسانی زندگی کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ قرآن کریم میں ایک انسان کے قتل کو پوری انسانیت کے قتل سے تعبیر کیا گیا ہے۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:﴿مِنْ أَجْلِ ذَلِكَ كَتَبْنَا عَلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنَّهُ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا﴾[19] ہم نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا تھا کہ اگر کسی کو قتل کیا بغیر کسی قتل نفس جرم کے یا زمین میں فساد کیا پس وہ ایسا ہے جیسے سارے انسانوں کو قتل کر دے اور جس نے کسی کی زندگی بچائی وہ ایسا ہے جیسے سارے انسانوں کی زندگی بچائی"۔

اس آیت سے انسانی زندگی کی قدر و قیمت اور دوسروں کو بچانے کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے، پس جب دوسروں کی زندگی کی اس قدر اہمیت ہے تو انسان کی اپنی زندگی کی اہمیت و حفاظت تو بطریق اولی ہے یہی وجہ ہے کہ انسان کو جان

---

[18]۔عطاء الرحمان،ڈاکٹر، مرنے کا قانونی حق، ص23

Aṭā,al-Rahmān,Dr,Marnay ka qanooni haq,Tarjumān al Qur'ān,P:23

[19]۔المائدہ،32:5

Al Qur'ān ,5:32

بچانے کی غرض سے حرام کے استعمال کی بھی اجازت دی گئی ہے۔

زندگی کی حفاظت کیلئے حرام کی اجازت

زندگی کو بچانے کے لیے حرام کردہ چار چیزیں مردار، بہتا ہوا خون، سؤر کا گوشت اور غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا ہوا جانور، یہ چار چیزیں عام حالات میں حرام ہیں مگر اضطراری صورت میں ان کی اجازت دی گئی ہے۔ قرآن نے اس کو یوں بیان کیا ہے:﴿فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلاَ عَادٍ فَلا إِثْمَ عليه﴾[20] پس جو شخص مجبور ہو اور وہ حد سے تجاوز کرنے والا نہ ہو تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔ جان بچانے کی دو صورتیں ہیں حرام کھانے پر کوئی مجبور کر رہا ہو اور جان جانے کا خطرہ ہو مجبوری کے ختم ہونے تک اس کی اجازت ہے اضطرار، اضطر سے مشتق اور باب افتعال ہے اس کا مطلب ہے کہ ضرورت کے وقت ان حرام غذاؤں کو بھی بقدر ضرورت کھایا جاسکتا ہے۔ بھوک کی شدت، ناداری اور افلاس کے باعث مرض کی بناء پر وہ حرام نہ کھائے تو یقینی طور پر مارا جائے گا۔ ان صورتوں میں حرام کھانا واجب ہے یعنی اگر نہ کھائے اور مر جائے تو حرام موت مرے گا۔ اس لیے کے حفظ نفس اولین فرض میں سے ہے۔[21]

جان کی حفاظت کیلئے کلمہ کفر کی اجازت

عام حالات میں کفریہ کلمات سے انسان دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے لیکن مجبوری میں اس کی اجازت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ مَن كَفَرَ بِاللّهِ مِن بَعْدِ إيْمَانِهِ إِلاَّ مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالإِيْمَانِ﴾[22] جو ایمان لانے کے بعد کفر کرے گا بخلاف اس کے جس پر جبر کیا گیا ہو اور اس کا دل ایمان پر قائم ہو -

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی زندگی بے کار نہیں ہے بلکہ اللہ کے ہاں اس کی بہت زیادہ قدر و قیمت ہے

---

[20]۔ البقرۃ،2:173

Al Qur'ān,2:173

[21]۔ عبد الماجد، دریا آبادی، مولانا، تفسیر ماجدی، مکتبہ مجلس نشریات قرآن، کراچی، 1998ء، 1/312

Abd al Mājid, darya ābadi, Molāna ,Tafsīr-e-Mājdi,Maktabah Majlis Nashriyat-e-Qur'ān Publication,Krachi,Edition,1998,1/312

[22]۔ النحل،16:106

Al Qur'ān,16:106

،یہی وجہ ہے کہ جان بچانے کی غرض سے کفریہ کلمات تک بھي اجازت عطاء فرمادی تا کہ انسان مشقت میں نہ پڑ جائے چہ جائے کہ انسان بیماری سے پریشان ہو کر خود کو موت کے حوالے کر دے۔اسلام میں ایسی موت کی نہ صرف یہ کہ سختی سے مذمت کی گئی ہے بلکہ اس کو حرام موت شمار کیا ہے۔

خود کشی حرام ہے

خالق نے انسان کو کسي ایسے کام کرنے کي اجازت نہیں دی جو اس کی ہلاکت کا باعث بنے۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:﴿وَأَنفِقُواْ فِيْ سَبِيْلِ اللّهِ وَلاَ تُلْقُواْ بِأَيْدِيْكُمْ إِلَى التَّهْلُكَة﴾[23] اللہ کی راہ میں خرچ کرواور اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:”جس شخص نے پہاڑ سے گرا کر اپنے آپ کو ہلاک کر لیاتو وہ دوزخ میں بھی ہمیشہ اسی طرح اپنے آپ کو گرا تا رہے گا اور جس نے زہر پی کر اپنی جان دی تو وہ دوخ میں ہمیشہ اسی طرح پیتا رہے گا اور جس نے کسی دھارے دار ہتھیار سے خود کشی کی تو وہ دوزخ میں بھی خود اپنے ہاتھ سے اپنے پیٹ پر وار کرتا رہے گا“۔[24] اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ تمام وہ افعال جو انسان کی موت کا سبب بنے ان سے بچنا ضروری ہے چونکہ یوتھینیزیا میں انسان دواؤں کے ذریعے خود کو ہلاکت میں ڈالتا ہے اس لیے یہ بھی اس میں داخل ہو گا۔

موت کی آرزو کی ممانعت:

اسلام میں موت کی تمنا کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:”تم میں سے کوئی موت کی خواہش نہ کرے اگر وہ نیک ہے تو امید ہے جب تک زندہ رہے گا اس کی نیکیوں میں اضافہ ہو گا اور اگر اس

---

[23]۔البقرۃ،195:2

Al Qur'ān,2:195

[24]۔ بخاری،ابوعبداللہ، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب الطب، باب الشرب السم والدواء، 2179/5، دار طوق النجاہ، 1422ھ ح:5778

Bukhāī, Muhammad Bin ¢Ismīl, Al-sahĪh,kitab al ṭib,Bab al shurb al sim w al dwāe,Vol,5,P:2179,Dar-e-ṭaoq al nijah,Hadīth:5778

کے اعمال خراب ہیں تو ہو سکتا ہے کہ آئندہ زندگی میں وہ توبہ کے ذریعے اللہ تعالی کو راضی کر لے۔[25]

اسی طرح حضرت خبابؓ کو بطور علاج گرم لوہے سے سات داغ دیئے گئے تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "موت کی دعا کرنے سے منع فرمایا ہے ورنہ تکلیف اتنی سخت تھی کہ میں اللہ تعالی سے موت کی دعا کرتا۔[26]

مفتی محمد شفیعؒ صاحب فرماتے ہیں: "جو چیزیں عادتاً موت کا سبب ہوتی ہیں ان سے فرار مقتضائے عقل بھی ہے اور مقتضائے شرع بھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک جھکی ہوئی دیوار کے نیچے سے گزرے تو تیزی کے ساتھ نکل گئے اسی طرح اگر تمہیں آگ لگ جائے تو وہاں سے نہ بھاگنا عقل وشرع دونوں کے خلاف ہے"۔[27]

موت کے بعد تکالیف سے نجات یقینی نہیں:

انسان عارضی تکلیف سے نجات کی کوشش کرتا ہے لیکن اس کے پاس یہ تو کوئی دلیل نہیں کہ وہ موت کے بعد سکون میں ہو گا مفتی محمد شفیعؒ فرماتے ہیں:

"حدیث میں موت کی تمنا کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ کسی شخص کو دنیا میں یہ یقین کرنے کا حق نہیں ہے کہ وہ مرتے ہی جنت میں ضرور جائے گا اور کسی قسم کے عذاب کا اس کو خطرہ نہیں تو ایسی حالت میں موت کی تمنا کرنا اللہ تعالی کے سامنے اپنی بہادری جتانے کے مترادف ہے۔[28]

مفتی نظام الدین اعظمیؒ صاحب لکھتے ہیں: ان دونوں تدبیروں کی غرض یعنی منفی اور مثبت یوتھینزیا کی غرض سے

---

[25]۔ صحیح بخاری، کتاب المرضی، باب تمنی المریض الموت، 7/121، ح:5673

Al-SahÏh, kitab al Mardh, Bab Tman al marīdh al mout,121/7,Hadīth:5673

[26]۔ ایضاً، ح:5672

Ibid Hadīth:5672

[27]۔ محمد شفیع، مفتی، معارف القرآن، ادارۃ المعارف، کراچی، 1991ء، 8/438

Muhammad Shafī, Mufti, Ma`rif al Qurān, Idarat al ma`rif,Karachi, 1991,8/438

[28]۔ ایضاً، 8/438

Ibid , 8/438

مریض کو یا اس کے متعلقین کو تکالیف سے نجات دلانا یا ان کی تکالیف کو کم کرنا ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اس کا تجربہ کسی کو نہیں ہے اور ہو سکتا ہے کہ طبعی موت میں زیادہ تکلیف ہوتی ہے یا غیر طبعی میں۔ اس لیے کہ تجربہ تو اس کو ہو گا جو مرنے کے بعد زندہ ہو کر آئے اور ایسا نہ ہوا نہ ہو سکے گا۔ بلکہ مشاہدہ اس کے خلاف ہے طبعی موت میں اکثر تکلیف کم دیکھی جاتی ہے اور غیر طبعی موت میں اکثر تکلیف زیادہ ہوتی ہے۔[29]

مؤمن کی طبعی موت کی حقیقت:

دوسری بات یہ ہے کہ اگرچہ تجربہ یا مشاہدہ کے دلائل سے کوئی فیصلہ نہ ہو سکے جب بھی صادق ومصدوق کی خبر سے یہ بات متعین ہے کہ مؤمن کو طبعی موت میں وشہادت میں تکلیف بہت کم ہوتی ہے اور غیر مؤمن کو ہر حال میں تکلیف بہت زیادہ ہوتی ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے: ﴿وَالنَّازِعَاتِ غَرْقا، وَالنَّاشِطَاتِ نَشْطا﴾[30] "اور قسم ہے ان فرشتوں کی جو جان کھینچتے ہیں غوطہ لگا کر اور قسم ہے ان فرشتوں کی جو جان نکالتے ہیں آسانی کے ساتھ"۔ اور اس میں بھی اس بات کو بتلایا گیا ہے کہ چاہئے موت طبعی ہو دونوں حال میں مؤمن کو موت کی تکلیف کم ہوتی ہے[31]

تکلیف کی شدت سے موت قبول کرنے کی ممانعت:

اسلام میں تکلیف کی شدت کو برداشت کرنے کا سبق دیا گیا ہے احادیث میں ایسے واقعات بیان ہوئے ہیں جہاں لوگوں نے شدت تکلیف سے گھبرا کر موت کو قبول کر لیا (جیسے یوتھینیزیا) میں کیا جا رہا ہے۔ اللہ اور اس کے محبوب نے اس عمل کو ناپسند کیا ہے۔ حضرت جندبؓ بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم سے پہلے کی قوموں میں ایک شخص کو زخم تھا وہ شدت تکلیف سے گھبرا گیا پھر چھری لی اور اس سے اپنا ہاتھ کاٹ

---

[29]۔ نظام الدین مفتی، نظام الفتاویٰ، 1/391

Niẓām al dīn, Mufti, Muntkhabāt Niẓām al fatāwa,1/391

[30]۔ النازعات، 1:79

Al Qur'ān,79:1

[31]۔ نظام الدین مفتی، نظام الفتاویٰ، 1/391

Niẓām al dīn,Mufti, Muntkhabāt Niẓām al fatāwa,1/391

ڈالا اور خون نہ تھم سکا یہاں تک کہ موت آگئی اللہ تعالی نے فرمایا: "میرے بندہ نے اپنی ذات کے معاملہ میں میرے فیصلہ پر سبقت کی کوشش کی لہذا اس پر جنت حرام ہے۔[32]

یہ حدیث موجودہ دور میں خطرناک امراض میں موت کو قبول کرنے والوں کے لیے مشعل راہ ہے تکلیف چاہے کیسی بھی ہو اس میں صبر کا پہلو نہیں چھوڑنا چاہیے اور اللہ کے فیصلے پر اپنے فیصلے کو مقدم نہیں کرنا چاہیے کیونکہ تکالیف مریض اور اس کے لواحقین کے لیے گناہوں سے بخشش کا ذریعہ بن جاتی ہیں۔ قرآن میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے:

﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ أُولَئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِنْ رَبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ ﴾[33] اور ہم ضرور تمہیں کچھ خوف وخطر فاقہ کشی جان ومال کے نقصانات اور آمدنیوں کے گھاٹے میں مبتلا کر کے تمہاری آزائش کریں گے۔ ان حالات میں جو لوگ صبر کریں اور جب کوئی مصیبت پڑے تو کہیں ہم اللہ ہی کے ہیں اور اللہ ہی کی طرف ہمیں پلٹ کر جانا ہے۔ انہیں خوشخبری دیدو ان پر ان کے رب کی طرف سے بڑی عنایت ہو گی اس کی رحمت ان پر سایہ کریگی اور ایسے ہی لوگ راست رو ہیں۔

اس کی وضاحت حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ہوتی ہے جس میں تکالیف پر ثواب کی امید دلائی گئی ہے۔ حضرت ابوسعید خدریؓ اور حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "مایصیب المسلم من نصب ولا وصب ولاہم ولا حزن"۔[34] مسلمان کو جو تکان یا مرض فکر اور حزن تکلیف اور غم لاحق ہوتا ہے یہاں تک کہ کانٹا جو اسے چبھتا ہے اس کے بدلے بھی اللہ تعالی اس کی غلطیوں کو معاف کر دیتا

---

[32]۔ صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی قاتل النفس، 1/459، ح:1297

Bukhārī, Muhammad Bin ¢Ismīl, Al-sahĪh,,kitab al Jnāiz ,Bab Ma jā a,fi Qāti al Nafs,Vol,1,P:459,Hadīth,1297

[33]۔ البقرۃ، 2:155-157

Al Qur'ān,2:155-157

[34]۔ صحیح بخاری، کتاب المرض، باب ماجاء فی کفارۃ المرض، 5/2137، ح:5318

Al-sahĪh, Kitab al Mardh, bab Mā jaā fi kafart al mardh,Vol,5, P:2137, HadĪth: 5318

ہے۔

مایوسی کی ممانعت:

اسلام ہر وقت اللہ پاک کی شکر گزاری کا درس دیتا ہے اوراس کی رحمت سے مایوس ہو کر شکایت کرنا یا موت کو قبول کرلینا یہ مسلمان کے شایان شان نہیں ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے:﴿وَإِذَا أَنْعَمْنَا عَلَى الإِنسَانِ أَعْرَضَ وَنَأَى بِجَانِبِهِ وَإِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَؤُوسا﴾[35] ''انسان کا حال یہ ہے کہ جب ہم اس کو نعمت عطاء کرتے ہیں تو وہ اکڑ تا ہے اور پیٹھ موڑ لیتا ہے، اور جب ذرا مصیبت سے دوچار ہو تا ہے تو مایوس ہونے لگتا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ ہر انسان طبعی طور پر بعض چیزوں سے خوش ہو تا ہے اور بعض چیزوں سے غمگین لیکن ہونا یہ چاہئے کہ جن کو کوئی مصیبت پیش آئے وہ اس پر صبر کر کے آخرت کا اجر وثواب کمائے، اور جس کو کوئی راحت وخوشی پیش آئے وہ اس پر شکر گزار ہو کر اجر وثواب حاصل کرے''۔[36]

مولانا مودودیؒ لکھتے ہیں: ''تم پر کوئی مصیبت بھی معاذ اللہ تمہارے رب کی بے خبری میں نازل نہیں کی جاتی جو کچھ پیش آرہا ہے یہ سب طے شدہ اسکیم کے مطابق ہے جو پہلے اس کے دفتر میں لکھی ہوئی موجود ہے۔ اور ان حالات سے تمہیں اس لیے گزارا جارہا ہے کہ تمہاری تربیت پیش نظر ہے۔ جو کار عظیم اللہ تم سے لینا ہے اس کے لیے تربیت ضروری ہے۔ اس سے گزارے بغیر تمہیں کامیابی کی منزل پر پہنچادیا جائے تو تمہاری سیرت میں وہ خامیاں باقی رہ جائیں گی جن کی بدولت نہ تم عظیم واقتدار کی ثقیل خوراک ہضم کر سکوگے۔ اور نہ باطل کی طوفان خیز موجوں کے تھپیڑے سہ سکوگے[37]

---

[35]۔ بنی اسرائیل،83:17

Al Qur'ān,17:83

[36]۔ معارف القرآن،8/319

Mārif al Qur'ān,Vol,8,P:319

[37]۔ ابو الاعلیٰ، مودودی، مولانا، تفہیم القرآن، ادراۃ ترجمان القرآن، لاہور 1991ء، 5/320

AbualAālā, Moduadi,Molāna, TafhīmalQurān, IdarhTarjumān al Qurān, Lahore, Published, 1991,Vol,5,P:320

ایمان اور تقدیر کا تعلق:

اللہ تعالیٰ نے اس کائنات میں موت وحیات کو کسی مقصد کے تحت پیدا کیا ہے اور ہر شخص کی مدت بھی متعین کرنے میں کچھ حکمتیں ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلا﴾[38] "جس نے موت وحیات کو پیدا کیا ہے تاکہ لوگوں کو آزما کر دیکھے کہ تم میں سے بہتر عمل کرنے والا کون ہے۔ حدیث قدسی ہے: "من لم یرض بقضائی ویصبرعلی بلائی فلیلمص ربا سوای"۔[39] "جو میری مرضی پر راضی نہ ہو جس نے میری آزمائشوں پر صبر نہ کیا، وہ میرے علاوہ کسی اور کو رب بنالے۔

اس لیے ہمیں ہر حال میں خوش رہنا چاہئے اور اس کی تقدیر پر اپنی موت کے فیصلے میں جلد بازی سے پہلے غور کرنا چاہئے کیونکہ یہ تکالیف ہمیں ہی نہیں بلکہ اس نے اپنے پیغمبروں کو بھی دی ہیں۔ لیکن انہوں نے کبھی تکالیف کی وجہ سے موت کی آرزو نہیں کی۔ رسولوں کا راستہ تو ہمارے لیے مشعل راہ ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں سیدنا ایوب علیہ السلام کا واقعہ مذکور ہے: ﴿وَاذْكُرْ عَبْدَنَا أَيُّوبَ إِذْ نَادَى رَبَّهُ أَنِّيْ مَسَّنِيَ الشَّيْطَانُ بِنُصْبٍ وَعَذَاب﴾[40] "اور ہمارے بندے ایوب کا ذکر کرو جب انہوں نے پکارا اپنے رب کو کہ شیطان نے مجھے سخت تکلیف اور عذاب میں ڈال دیا ہے"۔ دوسری جگہ حضرت ابراہیمؑ کا قول ذکر کیا گیا ہے: ﴿وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْن﴾[41] "اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو تو ہی مجھے شفاء دیتا ہے۔

---

[38]۔ الملک، 2:67

Al Qur'ān, 67:2

[39]۔ طبرانی، سلیمان بن احمد، المعجم الکبیر، مکتبہ ابن تیمیہ، قاہرہ، س-ن، 22/230

Tabrāni, Sulaymān bin Ahmad, al-Mu`jamal Kabīr, MaktabahIbn-e-Taīmīh, Cairo, Vol,22, P:230

[40]۔ ص، 41:38

Al Qur'ān,38:41

[41]۔ الشوریٰ، 80:26

Al Qur'ān,26:80

سید جلال الدین عمری لکھتے ہیں: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام کسی بہت ہی سخت تکلیف میں مبتلا تھے اہل وعیال ومال ومتاع کا نقصان ہوا تھا۔ لیکن انہوں نے نہ شکوہ کیا نہ ہی شکایت، وہ سمجھتے تھے کہ بیماری ان ہی کی کسی فروگذاشت اور لغزش کا نتیجہ ہے۔ شیطان نے انہیں کہیں دھوکہ دیا ہے وہ اللہ کی طرف رجوع کرتے ہیں لیکن اپنی مصائب کی داستان نہیں سناتے۔ اس قدر سوزودرد میں ڈوب کر دعا کی تو نہ صرف صحت حاصل ہوئی بلکہ اللہ تعالی نے ان پر اپنی مہربانیوں کے دروازے کھول دئے۔[42]

ترک علاج کا حکم :(Passive یو تھینیزیا)

دوسری صورت یہ ہے کہ مریض کو علاج سے صحت میں بہتری کی کوئی توقع نہ ہو وہ مایوس کر علاج ہی کو چھوڑ دے یا علاج ہی نہ کروائے تاکہ موت آجائے جس کو اصطلاح میں (Passive یو تھینیزیا) کہا جاتا ہے۔ اس کی شرعی حیثیت میں علماء کی دو آراء ہیں:

پہلی رائے:

1۔ اس طریقہ کو اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ یہ ترک تدبیر کے ضمن میں آتا ہے، نیز دواؤں سے شفاء یقینی نہیں ظنی ہے، لہذا علاج معالجہ کو چھوڑنا جائز ہے، شفاء صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے علاج اور ادویہ کو شافئ حقیقی سمجھنا اپنے ایمان کو خطرے میں ڈالنا ہے کیونکہ ادویات مؤثر ہونے میں اللہ تعالی کے حکم کی محتاج ہیں۔ پس مؤثر حقیقی پر بھروسہ کر کے علاج چھوڑنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ ردالمحتار میں ہے:" بِخِلَافِ التَّدَاوِي وَلَوْ بِغَيْرِ مُحَرَّمٍ فَإِنَّهُ لَوْ تَرَكَهُ حَتَّى مَاتَ لَا يَأْثَمُ كَمَا نَصُّوا عَلَيْهِ لِأَنَّهُ مَظْنُونٌ كَمَا قَدَّمْنَاهُ"۔[43] علاج معالجہ اگرچہ حلال دواؤں کے ذریعے ہو، اگر چھوڑ دیا اور مر گیا تو گنہگار نہیں ہو گا، اس لئے کہ دواؤں سے شفاء (یقینی نہیں) بلکہ ظنی

---

[42]۔ جلال الدین عمری، سید، مولانا، صحت و مرض اور اسلامی تعلیمات، مکتبہ الفیصل، لاہور، س-ن، ص277
Jalāl al dīn U`mri,Molāna,Sehat-o-Mardh āur IslamiTa`līmāt, Maktabah al Faīfsal, Lahore, P:277

[43]۔ ابن عابدین، محمد امین، در مختار، دارالفکر، بیروت، طبع دوم 1992ء، 6/389
Ibn-e-A`ābdīn, Muhammad Amīn, Dur-e-Mukhtār, Dār al-fikr, Beirut, 2nd edition, 1992, Vol,6,P:523

ہے، جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے"۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:"لْأَسْبَابَ الْمُزِيلَةَ لِلضَّرَرِ تَنْقَسِمُ إِلَى مَقْطُوعٍ--- إِلَى مَظْنُونٍ كَالْفَصْدِ--- وَسَائِرِ أَبْوَابِ الطِّبِّ--- وَتَرْكُهُ لَيْسَ مَحْظُورًا"۔[44] وہ سبب جس کے استعمال سے ضرر کا دور ہو جانا یقینی نہ ہو بلکہ گمان ہو، جیسے فصد اور دوسری طبی تراکیب، اس طرح کے اسباب کو چھوڑ دینا ممنوع نہیں ہے"۔

مولانا عبد العزیز صاحب لکھتے ہیں کہ پیسیو یو تھینیزیا ترک علاج ہی کی صورت ہے۔ ایسے مریضوں کا اگر علاج نہ کیا جائے تو اس میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ اسلام میں اس کی اجازت ہے۔[45]

2- علاج و معالجہ چھوڑ دینے سے موت کے وقت پر کوئی اثر نہیں پڑتا کیونکہ موت کا وقت مقرر و متعین ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:﴿وَما كانَ لِنَفْسٍ أَنْ تَمُوتَ إِلاَّ بِإِذْنِ اللَّهِ كِتاباً مُؤَجَّلاً﴾[46] "اور کسی شخص میں طاقت نہیں کہ خدا کے حکم کے بغیر مر جائے (اس نے موت) کا وقت مقرر کر کے لکھ رکھا ہے"۔ علاج فرض نہیں ہے کہ جس کا نہ کرانا گناہ ہو، خاص کر ایسی حالت میں جب صحت کی امید غالب نہ ہو۔

دوسری رائے

یہ بات ٹھیک ہے کہ عام حالات میں علاج معالجہ مباح امور میں سے ہے لیکن کسی بیماری کا علاج موجود ہوتے ہوئے جان بوجھ کر علاج چھوڑنا اور اپنے آپ کو اذیت میں رکھنا قبیح فعل ہے۔ اللہ پاک کا فرمان ہے:﴿وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ﴾[47] "اور اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ ڈالو"۔

---

[44]۔ مجموعہ علماء ہند، فتاویٰ ہندیہ، دار الفکر، بیروت، طبع دوم، 1310، 5/355

Majmu`h U `lama-e-Hind, Fatāwa Hindīah, Dār al fikr, Beirut, 2nd edition, 1310H,Vol,5,P:355

[45]۔ مجاہد الاسلام قاسمی، مولانا، مباحث فقہیہ، ایفا پبلیکیشنز، انڈیا، س-ن، ص528

Mujāhid al Islām Qasmi, Moalāna,Mbahith Fiqhiah,Aīfā Publication,India,P:528

[46]۔ العمران، 145:3

Al Qur'ān,3:145

[47]۔ البقرۃ:195:2

Al Qur'ān,2:195

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس کا دوسرا جز یہ ہے کہ اس کا علاج ہی نہ کیا جائے تا کہ موت از خود آجائے۔ میرا خیال ہے کہ یہ صورت بھی درست نہیں ہو گی آدمی کسی مجبوری سے علاج کرانے پر قادر نہ تو اس کی نوعیت اور ہے اور قدرت کے باوجود اپنی لا پرواہی اور غفلت کی وجہ سے علاج نہ کرے تو یہ بھی نادرست ہے۔ جسم اللہ کی امانت ہے اور اس کی حفاظت انسان کا فریضہ ہے۔ اور اگر علاج نہ کرانے یا نہ کرنے کی نیت ہی یہ ہو کہ موت آجائے اور مریض ہلاک ہو جائے تو ظاہر ہے کہ یہ ناجائز ہو گا۔ اس لیے کہ گو عملا اس نے کوئی ایسی حرکت نہیں کی ہے جس پر قتل نفس کا اطلاق ہو لیکن اس کی نیت یہی یہ ہے کہ ایک زندہ وجود ہلاک ہو جائے اور یہ بجائے خود ناجائز ہے"[48]

اسلام میں تو دوسروں کی زندگی کی حفاظت کے لیے نماز جیسے فریضہ کو توڑنے کی بھی اجازت ہے۔ پھر اپنی زندگی کی حفاظت تو بطریق اولیٰ لازم ہے۔ فتاوی عالمگیری میں ہے: "اگر کوئی شخص نماز میں مصروف ہو اور کوئی نابینا کنویں میں گرنے کے قریب ہو تو نماز توڑ دینا واجب ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص کشتی میں سوار ہو اور کشتی میں آگ لگ جائے اور اس کو امید ہے کہ دریا میں کود جائے تو اس کی جان بچ سکتی ہے تو اس پر کودنا واجب ہو گا"۔[49]

ڈاکٹر کا مریض کی موت میں تعاون کرنا

ڈ اکٹر کا اپنی خواہش یا مریض کے رشتہ داروں کے اصرار پر لا علاج امراض کے مریض سے نجات حاصل کرنے کے لیے کسی زہریلے انجکشن کے ذریعے سے موت کی نیند سلا دینا شریعت کے بنیادی اصولوں کے خلاف ہے۔ اس لیے ڈاکٹر کو اپنی ذمہ دری کا احساس کرتے ہوئے ایسے تمام امور سے بچنا چاہیئے۔ کیونکہ ڈاکٹر کی بنیادی ذمہ داری مریض کا علاج کرنا اور اس کو حوصلہ دینا ہے نہ کہ مایوس کرنا اور موت کی نیند سلا دینا۔

---

[48]۔ دارمی، محمد بن حبان، صحیح ابن حبان، کتاب الطب، ذکر الاخبار عن انزال اللہ لکل داء دواء یتداوی بہ، 13/427
Dārmi, Muhammad bin Habān, Sahīh bin Habān, Kitab al ṭibb, Vol,13, P:427, Hadīth:6062

[49]۔ فتاویٰ ہندیہ، 4/115

Fatāwa Hindīah,4th edition,P:115

اسلام میں انسان کے قتل کرنے کی کچھ صورتیں متعین ہیں اگر انسان ان میں سے کسی میں ملوث ہو تو قتل کرنے کی اجازت ہے۔ جبکہ مریض نے ایسا کوئی جرم نہیں کیا جسے قابل سزا تصور کرتے ہوئے آپ اسے مار ڈالیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلاَ تَقْتُلُواْ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللهُ إِلاَّ بِالْحَق﴾[50] "کسی نفس کا قتل کرنا اللہ نے حرام قرار دیا ہے اسے قتل نہ کرو مگر یہ کہ حق اس کا تقاضہ کرتا ہو۔

ڈاکٹر مفتی عبد الواحد صاحب لکھتے ہیں: "جب آدمی کو تکلیف کی وجہ سے خود کشی کرنا حرام ہے جیسا کہ احادیث سے واضح ہوتا ہے تو کسی دوسرے کے لیے یہ کیسے جائز ہو سکتا ہے کہ وہ کسی کو خود کشی کرنے پر اس سے تعاون کرے یا خود اس کو مار دے۔ ایسا ہو سکتا ہے کہ اگر شفاء کی امید نہیں ہے تو علاج ترک کر دیا جائے لیکن کسی غیر تکلیف دہ طریقے سے اس کو مار دیا جائے، یہ جائز نہیں اور اس سے جان بوجھ کر قتل کرنے کا گناہ ہو گا"۔[51]

قتل کرنے کے لیے آلہ کی تحدید نہیں

یہاں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ قتل میں تو دوسروں کو رحم دلی سے نہیں بلکہ اذیت دے کر مارا جاتا، جبکہ یوتھینیزیا میں ایسے آلات استعمال کئے جاتے ہیں جن سے مریض سکون سے موت کی آغوش میں چلا جاتا ہے تو پھر اس کو قتل میں شمار نہیں کرنا چاہئے۔ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی قتل کرنے کے لیے آلہ کی تحدید نہ ہونے کے بارے میں لکھتے ہیں: "حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ چاہے قتل کے لیے کسی آلہ حادہ کا استعمال کیا جائے یا آتشیں اسلحہ کا یا کسی مشروب کا ہر ایک خود کشی کے زمرہ میں آئے گا۔ اسی طرح وہ دوائیں جو جسم میں داخل ہو کر اعضاء کو کاٹ دیتی ہیں "آلہ حادہ" میں کسی خاص عضو کو اپنی حدت سے جلا دیتی ہوں وہ آتشیں اسلحہ میں اور اس کی تکلیف کے بغیر

---

[50]۔ الانعام، 6:151
Al Qur'ān,6:151

[51]۔ عبد الواحد مفتی، ڈاکٹر، مریض و معالج کے اسلامی احکام، مکتبہ مجلس نشریات اسلام، طبع چہارم، کراچی 2006ء، ص318
Abd al Wāhid Mufti,Dr,Marīdh -O-Mu`alij ky Shar`I Ahkām,Maktabah Majlis Nashriāt-e-Islām,4thedition,2006,Krachi,P:318

زہر بن کر ہلاک کر دیتی ہوں جیسے انجکشن اور دوائیں وغیرہ۔"مشروب زہر"میں شمار ہوں گی اور حرام ہو گی۔[52]

ورثاء کے فرائض:

مریض کی دیکھ بھال اور ہر ممکن طریقے سے اس کے علاج کی کوشش رشتہ داروں کے فرائض میں شامل ہے۔لیکن ورثاءمال دولت کے جلد حصول کے لیے یوتھینیزیا کے طریقے اختیار کر کے مریض سے جان چھوڑانا چاہتے ہیں۔ان کا یہ عمل نہ صرف فرائض کی ادئیگی سے انکار بلکہ وارثت سے محرومی کا سبب بھی ہے۔ایسے وارث کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:"القاتل لا یرث"۔[53] قاتل مقتول کی وراثت کا حق دار نہیں ہو گا۔

سید جلال الدین عمریؒ لکھتے ہیں: اس پہلو کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ انسان مفاد کا بندہ ہے بسا اوقات اس پر خود غرضی چھاجائے اور مریض کے مال پر قبضہ کرنے کیلیے اسے ختم کر دے اسے مریض کی صحت سے زیادہ مریض کو رخصت کرنے کی فکر ہو سکتی ہے۔اس طرح اگر رشتہ داروں کو موت کا فیصلہ کرنے کا حق دیا جائے تو بے شمار مسائل پیدا ہونگے اس طرح قابل علاج مریض بھی نا قابل علاج بن جائیں گے۔خطرات کے پیش نظر اسلام نے وراثت کا قانون مقرر کیا ہے جو کسی کو قتل کرے گا اس کو وراثت نہیں ملے گی یوتھینیزیا کے رواج پانے کی وجہ سے مغرب میں اس طرح کے مریضوں کو ختم کرنے کا جو رجحان ابھر رہا ہے اس کی بڑی وجہ غالبا یہ ہے کہ خاندانی نظام ختم ہو چکا ہے اور افراد خاندان کے درمیان اخوت اور ہمدردی کے جو جذبات فطری طور پر پائے جاتے ہیں وہ سرد ہو چکے ہیں۔کوئی شخص کسی کی تکلیف میں شریک ہونا پسند نہیں کرتا وہ اس بات کو مشکل ہی سوچ پاتا ہے اگر خاندان کا ایک

---

[52]۔ خالد سیف اللہ رحمانی، مولانا، جدید فقہی مسائل، مکتبہ پروگریسو بکس، لاہور س-ن 295/1

Khālid Saīfallah Rahmāni. Molāna, Jadīd Fiqhi Msāil, Makatbah Prograsive, Lahore, Vol,1, P:295

[53] ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، سنن الترمذی، ابواب الفرائض، باب ما جاء فی ابطال میراث القاتل، 425/4، مکتبہ مصطفیٰ البابی، مصر، طبع ثانی 1975ء ح:2109

Abu E`īsa Muhammad bin E`īsa, Sunan –al-Tirmadhi, Abwāb al- faraidh, Bab Majā Fi Ibṭal Mīrath al Qātil, Vol,4, P:425, Maktbah, Muṣṭfa al Babi ,Eygpt, Edition 2nd, 1975, H:2109

فرد تکلیف میں گرفتار ہے تو وہ اس کے لیے کیوں پریشان ہو وہ اس کی خاطر اپنی عیش کیوں قربان کرے۔[54] راقم کی رائے میں انسان ساری زندگی ایک چیز کا حق دار ہو اور آخری لمحہ بے صبری کی وجہ سے اس سے محروم ہو جائے یہ کوئی عقلمندی نہیں، اس لیے رشتہ داروں کو مریض کی دیکھ بھال کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے کیونکہ خدمت خلق اور مشکل اوقات میں دوسروں کے غم میں شریک ہونا مسلم معاشرے کی پہچان ہے،اس لیے کسی رشتہ دار کو یہ اجازت نہیں کہ وہ ڈاکٹر سے کہہ کر مریض کو ابدی نیند سلا دے۔ مریض جب تک زندہ ہے وہ شریعت کا مکلف ہے اس لیے تکالیف سے مایوس ہو کر اس کا علاج سے کنارہ کشی اختیار کرنا جائز نہیں، بلکہ مہلک امراض میں مریض کا مختلف طریقوں سے علاج کروایا جائے کیونکہ بعض ایسے مریض بھی علم میں ہیں جن کا ایلوپیتھک میں علاج نا ہوا لیکن ہومیو پیتھک، طب اور روحانی طریقے سے علاج کروا کر کامیاب طریقے سے زندگی گزار رہے ہیں۔اس لیے "یو تھینیزیا" مثبت ہو یا منفی درست نہیں ہے۔

اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کا فیصلہ:

اسلامک فقہ اکیڈمی نے مؤرخہ 31مارچ تا 2اپریل 2007ء ایک سیمینار منعقد کروایا جس میں یو تھینیزیا پر عملی بحث کے نتیجے میں متفقہ طور پر جو فیصلہ ہوا وہ یہ ہے کہ:

1. کسی مریض کو شدید تکلیف سے بچانے یا اس کے متعلقین کو علاج اور تیمارداری کی زحمت سے نجات دلانے کے لیے عملاً ایسی تدبیر کرنا کہ جس سے اس کی موت واقع ہو جائے حرام ہے اور یہ قتل نفس کے حکم میں ہے۔
2. ایسے مریض کو مہلک دوا نہ دی جائے مگر قدرت کے باوجود اس کا علاج ترک کر دیا جائے تا کہ جلد سے جلد اس کی موت واقع ہو جائے یہ بھی جائز نہیں ہے[55]

---

[54]۔ جلال الدین عمری، صحت و مرض اور اسلامی تعلیمات، ص270

Jalāl al dīn U`mri,Molāna,Sehat-o-Mardh aur IslamiT`līmāt,P:270

[55]http://www.ifa-india.org/index.php?do=home&pageid=medical12.(cited,10-4-014)

خلاصہ بحث: یوتھینیزیا کے معانی رحم لانہ موت کے ہیں۔اس کی دو اقسام ہیں: ایکٹیو تھینیزیا اور پیسو یوتھینیزیا۔ ایکٹیو کا مطلب ہے مریض کو جان بوجھ کر زہریلی دواؤں کے ذریعے مار دیا جائے، جبکہ پیسو کا مطلب ہے کہ سرے سے علاج ہی ترک کر دیا جائے تاکہ مریض خود بخود مر جائے۔ مجوزین نے لاعلاج مریضوں کی تعداد میں مسلسل اضافہ کو کم کرنے اور انسان کو بڑھاپے اور مرض کی تکالیف سے نجات دلانے کو ایک قانونی حیثیت دی ہے جس کے تحت مریض درج بالا دونوں طریقے اختیار کر سکتا ہے۔ لیکن عالم اسلام کے اکثر علماء اور فقہ اکیڈمیز کے نزدیک اسلام میں انسانی زندگی کی قدر و قیمت کی وجہ سے مریض کو اپنی زندگی ختم کرنے کا حق حاصل نہیں اور نا ہی کسی مریض کو بغیر علاج کے چھوڑنے کی شریعت میں اجازت ہے تاکہ وہ جلدی مر جائے، ایسی طرح نہ کوئی رشتہ دار مریض کی زندگی کے خاتمہ کی درخواست دے سکتا ہے اور نا ہی کوئی ڈاکٹر اس سلسلے میں اس کی کسی قسم کی مدد کر سکتا ہے، اس لیے یوتھینیزیا کی دونوں صورتوں کو اختیار کرنا درست نہیں۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License